ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

خرم سہیل بحیثیت محقق اور نقاد

Khurram Sohail as researcher and critic

ڈاکٹر صائمہ اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی ،فیصل آباد
ڈاکٹر پروین اختر کلو
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی ،فیصل آباد
عائشہ مجید
ایم۔فل اسکالر، شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی ،فیصل آباد

Abstract:

Khurram Sohail is a well-known researcher and writer. He is born on 27 September 1982 in Gujranwala city. For scholarly and literary research, extensive study, technical insight, power of memory, ability to cover the details of the topics and extraction are required, all those qualities are present in Khurram Sohail. . The special feature of Khurram Sohail's editing is the arrangement of the text along with the long cases written by him, in which there is a vast collection of information, then the arrangement of the text, glossary and index at the end of the pages of the book. Khurram Sohail's research goal is the retrieval of facts as his academic axis. According to him, after reading the literary research, the researched work will prove to be correct and true.This article presented the Khurram Sohail as a good researcher and critic.

Keywords:
Khurram Sohail, researcher .critic, Khurram Sohail' books, Surakh Phuloon ki khukhboo, Khamushi ka shoor, Novel ka nia Janam and Gengi ki kahani.

محقق کی تعریف

تحقیقاتی امور انجام دینے والے کو محقق کہا جاتا ہے۔کسی بھی علم ،تاریخی واقعہ کی تحقیقات اورشو اہد کی پڑ تال کے لیے محققین کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہےاور ان کے اخذکردہ نتائج و بیانات ،واقعہ کی اصل بنیاد ابتدا، وجوہات وغیرہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

تحقیق کیا ہے؟

انسان اس دنیا میں آنکھ کھولتے ہی جاننے کی کوشش شروع کر دیتا ہے،شعوری لاشعوری سطح پر جانے کا یہ عمل مہد سے لحد تک جاری رہتا ہے۔ انسانی ذہن کی ترقی کے ساتھ ساتھ یہ نشوونما پاتا ہے اور جاننے کا یہ عمل وسعت پذیر رہتا ہے، پھر باقاعدہ علم بن جاتا ہے۔ہر لحظہ نموپذیر انسانی زندگی اور وسعت پذیر جاننے کے عمل کی طرح تحقیق کی بھی اب تک کوئی حتمی تعریف نہیں کی جا سکی۔قاضی عبدالودود تحقیق کے حوالے سے لکھتے ہیں :

’’تحقیق کسی اور کو اس کی اصل شکل میں دیکھنے کی کو شش ہے۔‘‘(1)

خرم سہیل کے نزدیک تحقیق و تدوین دومستقل موضو ع ہیں، لیکن کہیں کہیں ان کی حدیں آپس میں ملتی ہیں۔ان کے نزدیک ایک محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ تدوین کے آداب سے بھی واقفیت رکھتا ہوکیو نکہ اس کے بغیر تحقیق کے تقاضے پورےنہیں ہوتے۔

تدوین

تدوین کے معنی جمع کرنا،ترتیب دینا ،مرتب کرنا ،کسی مصنف کی کتاب کو ترتیب دینا ،مخطوطےکی تلاش کے بعد اسے مرتب کرنا ،کسی کتاب کےپرانے ایڈیشن کو حواشی کے ساتھ نیا پن عطا کر دیناہی متن کی تدوین میں شامل ہے۔ فرہنگ عامرہ میں تدوین کے معنی:

''تدوین :جمع کرنا ۔تالیف کرنا۔ ''(2)

ڈاکٹرمحمد اشرف خان نے اپنے مضمون بعنوان ''اصطلاحات تدوین متن ''میں تدوین کے درج ذیل معنی بیان کیے ہیں:

''تدوین ۔جمع کرنا ،جوڑنا ،فن تحقیق کی شاخ ،مختلف نسخوں اور مخطوطات کے ذریعے درست متن کی تیاری۔''(3)

خرم سہیل معروف محقق و مدون ہیں۔علمی و ادبی تحقیق کے لیے جس و سعت مطالعہ ،فنی بصیرت،قوت یاداشت،موضوعات کی جزئیات کا احاطہ کرنے کی صلاحیت اور عرق ریزی کی ضرورت ہوتی ہے، وہ تمام خصوصیات خرم سہیل کےاندربدرجہ اتم موجود ہیں۔ خرم سہیل کی تدوین کی خاص بات متن ترتیب دینے کے ساتھ ان کے تحریر کردہ طویل مقدمات ہیں، جن میں معلو ما ت کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہوتا ہے ، پھر کتاب کے صفحات کے آخر میں ضائم ،فرہنگ اور اشاریے کا اہتمام کرنا بھی ان کا نمایاں کارنامہ ہے۔خرم سہیل کے تحقیق مقصد ،حقائق کی بازیافت کو اپنا علمی محور قرار دیتے ہیں ،ان کے نزدیک ادبی تحقیق پر کھنے کے بعد ،تحقیق شدہ کام صحیح اور سچا ثابت ہوگا ۔

خرم سہیل بہ حیثیت محقق ایک جائزہ

خرم سہیل نے دور جدید کے ممتاز ادبیوں اور اعلیٰ پایہ محققوں ونقادوں میں ا پنی جگہ کاتعین کیا ہے۔اردو زبان میں ،بالخصوص نثرکی دنیا میں ،ایک بڑی تعداد قارئین اور علما کی ہے،جوخرم سہیل سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ ان کی تحقیق ے تناظر میں بہت سی تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں،جن میں سرخ پھولو ں کی سبز خوشبو ، گینجی کی کہانی، خاموشی کا شور، ناول کا نیا جنم وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ان کتابوں کو پڑ ھ کر اندازہ ہوتاہے کہ خرم سہیل اپنے شعبے میں ایسے ہمہ جہت تخلیقی فنکار ہیں، جنہوں نے اردو ادب کے بیشتر اصناف میں کامیاب طبع آزمائی کی ہے ۔تخلیق وتحقیق کے حوالے سے ان کا کام کافی اہمیت کا حامل ہے۔

معروف لوک گلوکار شوکت علی ان کی ایک کتاب "سُرمایا" کے بارے میں کہتے ہیں:

''خرم سہیل انٹر ویو نہیں کرتا بلکہ اندر اتر کر فنکار کو کھو جتا ہے،
خرم کھوجی ہے ،میں کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا لیکن سب کچھ کہ گیا یہی
خرم سہیل کے انٹرویوز کا کمال ہے ۔''(4)

خرم سہیل کی تصانیف کے مطالعے سے ایسا لگتا ہے، وہ ایک منجھے ہوئے ناقد اور محقق کے طور پر ،اردو دنیا میں جانےاور پہچانے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنےتحریروں اورانٹرویوز میں

مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ ان کا مطالعہ کا فی گہرا اور وسیع ہے، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے پاکستان اور جاپان کی دوستی پر ایک شاندار عنوان کے ساتھ کتاب مرتب ومدون کی،جس کانام" سرخ پھولوں کی سبز خوشبو"ہے۔ صحافت میں بھی اپنے جوہر دکھائے۔ تحقیق سے خرم سہیل کو شروع سے ہی دلچسپی تھی،جب وہ طالب علم تھے۔

سرخ پھولو ں کی سبز خوشبو

تحقیق و تدوین پر مشتمل ان کی پہلی کتاب سرخ پھولو ں کی سبز خوشبو کے نام سے منظر عام پر آئی ،جس میں انہوں نے عہدِ حاضر میں ، جاپان کے بابائے اردو جناب "پرفیسر ہیروجی کتاؤ کا"کاتذکرہ کیا،یہ جاپانی دانشور ،اردو زبان میں مرزاغالب،علامہ اقبال،فیض احمد فیض اور سعادت حسن منٹو کے جاپانی مترجم ہیں۔ان کے علاوہ خرم سہیل نے پروفیسرسویا مانے ، پروفیسرکین ساکو مامیاجیسے قابل جاپانی اساتذہ کا تذکرہ کیا ہے،جو جاپان میں اردو زبان کی تدریس سے وابستہ ہیں۔ پروفیسر ہیروجی کتاؤ اس کتاب کے دیبا چے میں ایک جگہ وقلم طراز ہیں:

> ’’ خرم سہیل نے اس کتاب کو مرتب کر کے ایک اچھی کاوش کی ہے۔ جاپانی اور پاکستانی ادیبوں،محققین ،تنقید لگاروں، ماہرین تعلیم کے ساتھ صحا فیوں اور سفر نامے لکھنے والوں کی تحریر وں کو شامل کیا ہے ۔یہ کتاب دونوں ملکوں کو جاننے کیلئے ایک تخلیقی سفر کا سنگ میل ثابت ہو گی۔‘‘(5)

اس کتاب میں دی گئی تحریروں کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ خرم سہیل نے انفرادی سطح پر ان اساتذہ اوردانشوروں کو بڑی گہرائی سے پڑھا ہےاور ان کے تخلیقی کام اورجاپان میں ان کی اردو زبان کے لیے خدمات کے ساتھ ساتھ ،ان کی ترجمہ نویسی کی کوششوں کو سمجھنے کی کوشش کی ہے ۔اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں پاکستان اورجاپان کے ادبی تعلقات کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں دونوں ملکوں کے شاعر ، ادیب ،مصنف، محقق، صحافی اور فنون لطیفہ کی شخصیات کو قا رئین سے متعارف کروایا گیا ہے، کیونکہ کسی بھی ملک کا خوبصورت چہرہ اس کے تخلیق کار ہی ہوتے ہیں۔ خرم سہیل سرخ پھولو ں کی سبز خوشبو میں لکھتے ہیں :

> ’’ جاپان دنیا کا واحد ملک ہے، جس کےکرنسی نوٹوں پر اہل علم کی تصویریں چھاپی جاتی ہیں ۔‘‘(6)

پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے ،جہاں کتاب لکھنے سے پہلے اور لکھنے کے بعد بھی مصنف کو جوابدہ ہونا پڑتا ہے،نہ جانے ہم نے کیسے کیسے رویوں کو جمالیات اور فن کا نام دےدیا ہے ۔پروفیسر "ہیروجی کتاؤ کا" اس کتاب کا دیباچہ لکھا اورایک تازہ مضمون بھی ارسال کیا،جو اس کتاب میں شامل ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

پروفیسر ’’ساوا‘‘ نے "تودائجی کا مند ر" پر لکھی ہے،جو جاپانی شہر"نارا" میں واقع ہے ۔یہ مندر دنیا کی سب سے قدیم چوبی عمارت ہے اورتودائجی کے معنی ’’مشرقی عالیشان مندر ‘‘ کے ہیں ۔ یہ مندر بھی شہر 710ء سے 794ء تک جاپان کا ادارا لسطنت رہا ۔‘‘

"پروفیسر ساوا"سرخ پھولوں کی سبز خوشبو کی اس تحریر میں لکھتے ہیں:

> ’’ دائی تبسوجی جاپان میں تو کیا شاید تمام دنیا میں سب سے بڑا تابنے کا بت ہے اس مورتی کی ساخت کے لیے 437 ٹن کانسی،288 پونڈ سونا 7 ٹن موم 125 پونڈ اور کئی ہزار کوئلہ استعمال ہوا تھا ۔ سونا اور پارہ صرف چمک پیدا کرنے میں صرف ہوا ،یہ مورتی دوسال کی لگاتار کوشش کے بعد مکمل ہوئی۔ یہ مندر ابتدا 743 میں جاپان کے پینتالیسویں شہنشاہ معظم شوموتنوکی فرمائش سے تعمیر کیا گیا تھا۔‘‘(7)

دائی تبسوجی سب سے بڑا بدھ کہلاتا ہے۔ دنیا کی سب سے عالیشان چوبی عمارت ہے ،جس میں بدھ دیوتا کا قومی بت نصب ہے ۔

ک-ناکامورا (K-Nakamura) نے تاکے توری کی کہانی پر مذکورہ تحریر لکھی ہے۔ یہ تحریک اس کہانی پر لکھی گئی ہے، جو 1936ء میں شائع ہوئی تھی ۔ یہ جاپانی زبان کی سب سے پرانی کہانی ہے،تقریباً ایک ہزار برس ہوئے کہ یہ تحریر میں آئی تھی۔

پروفیسر تا کیشی سوزو کی (Prof.Takeshi Suzuki)استاد شعبہ اردو ٹو کیو یونیورسٹی آف فاررن اسٹڈیز،نے جاپان پر ایک لیکچردیا،جس میں انہوں نےجاپان میں اردو تعلیم کی تدریس پر زور دیااوراس زبان کی تاریخ پر بہت کام کیاپہلی جاپانی اردو لغت تیارکی۔ ان کے خیال میں جاپان اور پاکستان ایشیا میں دو ایسے ملک ہیں دونوں ملکوں کے درمیان بہت اچھے دوستانہ تعلقات موجود ہیں ۔جاپان میں اردو تعلیم کی تاریخ کے عنوان پر ایک مضمون پیش کرنے کا مقصد ،پاکستانی صاحبوں کو اس بات پر آگاہ کراتا ہےکہ جاپان میں اردو کئی سال سے پڑھائی جاتی ہے۔

پروفیسر گامو صاحب کی کئی تصانیف ہیں ،قواعد اردو تاریخ ادب اردو، اسلام، تاریخ ایران، تاریخ ثقافت ایران ، وغیرہ پرنہایت عمدہ کتابیں ہیں۔باغ و بہار اور شیخ سعدی کی گلستان کا بھی جاپانی میں ترجمہ کیا ہے۔ پروفیسر تاکیشی سوزو کی سرخ پھولوں کی سبز خوشبو کی تحریر میں کہتے ہیں :

> ’’ایشیا میں جاپان اور پاکستان دو ایسے ممالک ہیں، جو عالمی امن کی لئے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔دونوں ملکوں کے درمیان اچھے دوستانہ تعلقات موجود ہیں اور اس خوشگوار رشتہ کو زیادہ خوبصورت بنانے کے لئے دونوں طرف سے برابر کوششیں ہورہی ہیں۔‘‘(8)

انہوں نے اپنی تحریر میں اردو کی ترقی میں حائل رکاوٹوں کو بیان کیاہے ۔پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ کراچی سے جب واپس لوٹا ،تو ڈھائی سال بعد میں ٹوکیو گائکوگو یونیورسٹی کے شعبہ

اردو میں لیکچرار کی حیثیت سے جاپان میں اردو زبان کی تعلیم کے لئے حقیقی کوششیں کی ہیں۔ انہوں نے دو مزیدمضامین لکھے ہیں :

1- عنوان : دو افسانے کا ارتقاء اور اس کی چند خصوصیات

2- عنوان : اردو ناول کا ارتقاءاور اس کی چند خصوصیات

حال ہی میں کرشن چندر کے ایک ناول ''غدار'' کا جاپانی زبان میں ترجمہ مکمل کر کے اس ایک ادبی رسالے کے حوالے کر چکے ہیں ۔

"پروفیسراساد ایوتا کا "نے جاپان کا انقلابی ہائیکو شاعر ''تانیدار سانتوکا ''پر تحریر لکھی، یہ جاپان کی مخصوص اور منفرد صنف سخن " ہائیکو" کا ایک یکسر مختلف اور منفرد شاعر ہے ،جو اپنی اسلوب لب و لہجے اور موضوعات کے لحاظ سے دیگر ہائیکو کہنے والے کے مقابل میں سب سے الگ اور ممتاز نظر آتا ہے ۔ سنتوکا اس کا تخلص ہے، جس کا مطلب ہے "کہسار کی چوٹی پر آگ" اس نے تقریبا 840000 ہائیکو کہے ۔ وہ آوارہ گرد اور شرابی ہائیکو شاعر کے طور پر بھی مشہور ہے۔ آزاد ہائیکو کہنے والا ہےشاعر :

جوں جوں پھوار پڑنے لگی
آگے بڑھوں پر بھاگتے کہساروں پر
دیکھوں
ہرے بھرے کہسار میرا قد م پر قدم

پروفیسر صاحب کو خو د سے کہانی پڑھنے کا شوق پیدا ہوا ،اس طرح اردو سے لگاؤہو گیا، پھر پروفیسر صاحب پاکستان آئے اور مختلف لوگوں سے ملاقات ہوئی، لاہور پہنچے، تو ہر دکاندار سے پوچھا کہ منٹو کی کتابیں ہیں؟ پھر مظہر صاحب نے منٹو کے بارے میں بہت کچھ بتایا۔ پھر فیض احمد فیض کی دریافت شروع کردی۔

اسی کتاب میں سحر انصاری نے پاکستان میں ہائیکو پر تحریر لکھی ہے۔ پاکستان میں ہائیکو سے دلچسپی کے نتیجے میں کئی تراجم وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہے ہیں ۔عبدالعزیز خالد نے جاپانی شاعری کے اردوترجمے "غبار شبنم" میں خاصے تراجم ہائیکو کے شامل کیے ہیں ۔ خرم سہیل سرخ پھولوں کی سبز خوشبو میں لکھتے ہیں :

'' پہلا ہائیکو مشاعرہ 8 جنوری 1983ء کو قونصل خانہ جاپان کے جاپانی ثقافتی مرکز کراچی میں منعقد ہوا۔ اسے ایک خوشگوارتجربہ کہنا چاہیئے،دوسرا ہائیکو مشاعرہ 25 جنوری 1984ء کو ہوا ،جو پہلے کے مقابلے میں زیادہ کامیاب تھا۔''(9)

ہائیکو صرف تین مصروں کی نظم نہیں ،یہ تو ایک ایسی شرط ہے ،جسے ظاہری ہییت تک ومحدود رکھا جا سکتا ہے۔اس طرح اس کی کچھ شرائط برقرار رکھی جاتی ہیں، کئی شعرا نے 5،7،5 کی ترتیب سے ہائیکو کے تراجم بھی کئے ہیں اور طبع زاد ہائیکو بھی لکھے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

حنیف اسعدی کے یہ ہائیکو نمو نے ملاحظہ کیجئے:

شام نے اپنے روپ کی تھالی
موج میں آکے ایسے اچھالی
کونپل کو نپل رچ گئی لالی

جاپانی ادب کی نمایاں خصوصیات کوجاپانی کی ادب کی تاریخ میں اس طرح لکھا گیاکہ جاپانی ادب کی تاریخ صرف اس شعری صنف کا نام ہی نہیں ہے کہ کسی مخصوص سٹائل نے ایک دور کو متاثر کیا ۔ جاپان مین جدید نے قدیم کو ختم کر کے اس کی جگہ نہیں لی، بلکہ جدید نے قدیم میں اضافہ کیا ہے۔ خرم سہیل سرخ پھولوں کی سبز خوشبو میں لکھتے ہیں:

’’ جدید نے قدیم کو ختم کر کے اپنی جگہ بنانے کے بجائے اس میں اضافہ کیا ہے۔‘‘(10)

جاپانیوں کے ہر گھر میں باغ ہوتے ہیں، پھر وہ چاہے پھولوں کے ہوں یا پھلوں کے موسم بہار میں چیری کے پھول کھلتے ہیں ،تو لوگ ان کو دیکھنے جاتے ہیں، یہ گل بینی کی رسم کہلاتی ہے۔

خرم سہیل سرخ پھولوں کی سبز خوشبو میں لکھتے ہیں:

’’لفظ ہائیک اصل میں دو لفظوں سے مل کر بنا ہے ، پہلا لفظ "ہائی"ہے، اس کے معنی ہیں ذہن،دماغ اور بدھا کے ، جبکہ اس کے دوسرے معنی ہیں کھیل میں چھیڑچھاڑ، لطیف و مذاق کے لیے فقر بازی یا غیر سنجیدہ اور غیر حقیقی رویےشامل ہیں۔دوسرا حصہ ’’ک‘‘کاہے،جس کے معنی جملے یا فقرے کے ہیں۔‘‘(11)

جاپان کے چار عظیم کلاسیکی شاعروں کے بارے میں محسن بھوپالی اپنی تحریر میں لکھتے ہیں ۔ پہلےشاعر متسو او باشو جو صوبہ ایگا کے قصبہ یوای نویا اس کے نزدیک پیدا ہوئے۔ اس کے والد کی وفات اس وقت تک غالباً وہ اپنے علاقے کے جاگیردار کے ایک رشتہ دار یوشی تادا کی ملازمت میں آ چکا تھا، ان کے انتقال کے بعد طویل عرصے تک بے ترتیب زندگی گزاری،بعد ازاں نئے کیرئیر کی تلاش میں نکلےاور ایک شاعر کے ساتھ سوال نامہ پر مشتمل دو رینکو نظمیں لکھیں۔مختصر وقفے کے بعد لکھنا شروع کر دیا۔Shriveled chestnutsمرتب کی:

1684-85ءسفر پر روانہ ہوئے،جس کے اختتام پر "The records of weather – exposed skeleton"لکھی۔

1886ء Critical notes on new year renkuلکھی۔

1687 The record of travel won satchelاور A visit of sarashina villageنامی کتابیں لکھیں ۔

1689ء.The narrow road to the deep north

Unrealhut؁1690

دوسری جنگ عظیم کے بعد کاواباتا کی مشہور کتاب 1948ءThe Snow countryتھی ۔ 1952ء میں ان کی تخلیق A Thousand Craneمنظر عام پر آئی ،جو جاپان کی کلاسیکی تخلیق The Tales of Genjiپر مبنی تھا۔1965ءمیں Beauty and Sadnessشائع ہوئی۔خرم سہیل سرخ پھولوں کی سبز خوشبو میں لکھتے ہیں :

> ’’کاواباتا کو 1953ء میں آرٹ اکیڈمی آف جاپان کا رکن چن لیا گیا اور چارسال بعد وہ P.E.N Club of Japanکے صدر نشین مقرر ہوئے۔ بہت سے بین الاقوامی اجتماعات میں کاواباتا نے جاپان کی نمائندگی کے فرائض ادا کئے۔اس فن کے اعتراف کے طور پرکاواباتا کو جرمنی کا مشہور اعزازگوئٹے میڈل بھی عطا کیا گیا۔‘‘(12)

کاواباتا نے 1972ء میں خود کشی کے ذریعے اپنی جان لےلی۔اس وقت ان کی اکیس کتابیں شائع ہو چکی تھیں۔کاواباتا کو سویڈش اکیڈمی نے1968ء میں نوبل انعام سے نوازا ۔ اس انعام کی اعلی ترین اور درخشاں وجہ اس کی تاریخ ہے کہ یہ غیر ملکی لوگوں کو بھی دیا جاتا ہے۔یہ انعام اب تک دو جاپانی ادیبوں کو مل چکا ہے ،جن میں کاواباتا کے علاوہ کنزابوروواوئے شامل ہیں۔ کاواباتا صاحب سے جب کوئی خطاطی کے نمونوں کی فرمائش کرتا، تو وہ یہ دو نظمیں پڑھ کر سناتے:

بہاروں میں چیری پر پھول آتے ہیں ،
بھری برسات، گرمی میں پیسے شور کرتے ہیں
خزاں میں چاند، اور سرماکے موسم میں
رو پہلی اور ٹھنڈی برف ہوتی ہے

مصنف فاخر حسین نے شاندار جاپانی ادیب ’’می شیما یو کیو‘‘ کے نام پر ایک مضمون لکھا۔می شیما یوکیو ہو نہار ناول نگار ہونے کے ساتھ مختصر کہانیو ں کے مصنف وڈراما نگار تھے۔‘‘ سونا رائی کاواباتا‘‘اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ’’می شیما جیسا ادیب صدیوں میں پیدا ہوتا ہے۔اس ادیب کے دس ناولوں پر فلمیں بنیں اور اس کی تقریبا تمام اہم تخلیقات کا انگریزی ترجمہ امریکا میں ہوا۔‘‘(13)

می شیما اصل نام کیمی تاکے ہیر او کاٹا (ٹوکیو 1925) کے اجداد رئیس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔1931ء میں ان کی ابتدائی تعلیم روساکے بچوں کے لئے اس مخصوص سکول سے شروع ہوئی۔1937ء میں جب وہ ثا نوی سکول میں داخل ہوئے۔ اسکول کے زمانے میں ہی ان کوادب

سے دلچسپی ہوئی، انہوں نے جاپانی ادب کے ساتھ دیگرزبانوں کے بعض ادیبوں کی چند کتابیں بھی پڑھیں۔

سرخ پھولوں کی سبز خوشبو کے باب چہارم میں اردو زبان و ادب کے لئے جاپانیوں کی خدمات، جن میں مصنف حسین الدین احمد، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر معین الدین عقیل،ڈاکٹر تبسم کا شمری، ڈاکٹر روؤف یاریکھ ،خرم سہیل جیسی شخصیات نے جاپانی ادیبوں پر تبصرے کیے ہیں۔اس میں حسن الدین احمد ، پروفیسر آر گامو کو جاپان کے اولین بابائے اردو مانتے ہیں۔ کئی ناول جن میں دلی کی شام اور خدا کی بستی شامل ہے، جن کے ترجمے ہو چکے ہیں،ان میں منٹو ، ندیم قاسمی، عصمت، قراۃ العین حیدر ،راجندار سنگھ بیدی، کرشن چندر،غلام عباس ، خدیجہ مسرور متعدد نام اب جاپانیوں کے لئے اجنبی نہیں رہے۔شاعروں میں فیض، اقبال، غالب، میر، ولی بلکہ اردو کی پوری روایت سے جاپانیوں کا ایک حلقہ اب متعارف ہے ۔

پروفیسر سوزو نے ناول " خدا کی بستی " کا ترجمہ 2006ء میں اوساکا سے شائع کرایا اوساکا یونیورسٹی میں اردو ادب کے حوالے سے تصنیف و تالیف بلکہ تحقیقا ت کا نمایاں کام ہورہا ہے۔2000ء میں درد کی غزلوں کا، 2001ء میں ولی دکنی کی غزلوں کا اسی سال ناسخ کی غزلوں کا ترجمہ ہوا۔ ان سب کے بعد پھر اس کے بعد انہوں نے غالب، فیض، اقبال کے لئے خود کو وقف کیا۔

ڈاکٹر تبسم کاشمیری جاپان میں اردو کے نصاب کے بارے میں بتاتے ہیں۔

1989ء کا اردو کا نصاب

سعادت حسین منٹو : محمد بھائی : نیا قانون

غلام عباس: اوورکوٹ –کتبہ

احمد ندیم قاسمی: گھر سے گھر تک

قدرت اللہ شہاب: 18 سول لائنز

اشفاق احمد: نل د مینستی اور سراب

عبداللہ حسین: ندی

شاعروں میں اقبال، فیض، میراجی، محمد صفدر، وزیر آغا، منیر نیازی، عرش صدیقی، افتخار غالب، انیس ناگی، زاہد ڈار، کشور ناہید،فہمیدہ ریاض اور اصغر ندیم سید کی نظمیں نصاب میں شامل تھیں،اردو کے جن شاعروں کے ادیبوں کے ترجمے جاپانی زبان میں 1985ء تا 1994ء کے دوران شائع ہوئے، ان کے مع مترجمین:

موضوع یا عنوان	مصنف	مترجم
کپ	ممتاز مفتی	جنکووتا سے
کرشن چندر	مجتبیٰ حسین	کین سا کو ماميا
کنہیا لعل کپور	مجتبیٰ حسین	کین ساکو ماميا
امر تسر آزادی سے پہلے	کرشن چندر	مساؤ تسوزو کی
تسین	احمد ندیم قاسمی	سوزو کی تاکیثی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

جاپان میں اردو کی بنیاد 1908ء میں رکھی گئی ، مولوی برکت اللہ بھوپالی نے جاپان میں اردو کے فروغ کے لیے اپنا تعمیری کردار ادا کیا تھا۔ پروفیسر آرگا مونے اس تدریس کے شعبہ وکو اس قدر استحکام اور وسعت بخشی تھی پھر حقیقی معنوں میں بابا اردو کہلائے جاپانیوں نے زبان سے اس قدر محبت کی اور تراجم کے ذریعے جاپانی زبان کو اردو کے موضوعا ت سے روشناس کروایا۔

پاکستان مین بھی جاپانی ناولوں اور افسانوں کے تراجم ہوئے ۔ ان مترجمین میں شفیع عقیل ، آصف فرخی ، محمد سلیم الرحمٰن ، صا بر صدیقی ، عبدالعزیز خالد اور شاہد حمید اور دیگر نام شامل رہے۔قرآن مجید کا ترجمہ بھی جاپانی زبان میں ہوا ، غالب ، اقبال ، فیض ، منٹو کا کام بھی جاپانی زبان میں منتقل ہو چکا ہے ۔

پانچویں باب میں جاپان کی لوک کہانی کے تراجم درج ہیں جس میں متر جم شفیع عقیل ، محمد سلیم الر حمان ، شاہد حمید الطاف الحمد قریشی ، الطاف فاطمہ ، اجمل کمال، مسعود اشعر کے کیے ہوئے لوک کہانیوں کے ترجمے شامل ہیں ۔ سب سے پہلی تحریر شفیع عقیل نے ''شہزادی کی تلاش'' (جاپانی لوک کہانی) کا ترجمہ کیا ہے ،جس میں تین بھائیوں کا ذکر ہے۔وہ شکار کرنے کیلئے پہاڑ تادے شینا پر جانے کا ارادہ کرتے ہیں ۔مصنف یا سوناری کاواباتا (لوک کہانی) ناول''پہاڑ کی آواز '' تحریر ،جس کا اردو ترجمہ محمد سلیم الرحمان کا ہے،یہ کہانی 1995ء میں اشاعت پذیر ہوئی، اس کہانی میں پہاڑوں جو درختوں پرنئے پتے آرہے ہوتے ہیں اور وہ طوفان کی نذ ہو جاتے ہیں ۔مصنف شمیا یو کیو نے کتاب جدید جاپانی افسانے میں ایک افسانہ " انڈے " لکھا ،جس کا اردو ترجمہ شاہد حمید نے 1997ء میں کیا ۔ معروف رائٹر فاطمہ بجیا کے اسٹیج ڈرامے ، جو جاپانی کہانیوں سے ماخوذ اور جاپانی پس منظر میں ہوتےہیں ۔ ماضی میں کامیابی سے پیش ہوتے رہے ہیں ۔ایک بجیا کا یا د گا رڈراما تھا ،خالی گود جو دوسری جنگ عظیم کے بعد ہونے والی جنگی تیاریوں اور انسانی المیوں پر مبنی تھا۔

ادب (شاعری، نثر ، تحقیق ، تنقید) موسیقی (روایتی جدید) رقص، ڈراما قلم ، (اینیمیٹڈ ، فیچرز فلم) اور مصور ی فن تعمیر جاپانی ادب کو بنیادی طور پر چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہےAncient, Classical, Medieval Period, Kojiki (Nihon Shoki) کا طرز تحریر رائج تھا ،جاپانی زبان میں بہت سے چینی حروف کا استعمال بھی ہوا کرتا تھا۔ جاپان میں ہائیکو کے سب سے بڑے شاعر ''باشو'' کو بے حد مقبو لیت حاصل ہوئی تھی ۔ خرم سہیل سرخ پھولوں کی سبز خوشبو میں لکھتے ہیں :

> '' جاپانی کھانوں کو دنیا بھر کے اچھے کھانوں میں شمار کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ جاپانی لوگوں کی عمر طویل ہوتی ہے تمپورا ، یاکی توری ، سوکی یاکی اور ساشیمی جیسے کھانے بے حد لذیذ ہ ہیں۔تعلیم کی شرح تناسب سو فیصد ہے اور معاشی اعتبار سے دنیا کے پانچ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

بڑے ممالک میں جاپان کا نام آتا ہے اور ایشیا کا سب سے بہتر اور
ترقی یا فتہ ملک بھی جاپان ہی ہے۔''(14)

اس کتاب میں خرم سہیل صاحب نے ہالی ووڈ جاپان پر بھی بات لی ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ جاپان کی فلمی صنعت 100 سال سے زیادہ عرصے پر محیط ہے۔ جاپان نے اعلیٰ ٹیکنالوجی کا سہارا لیا اور بہترین انگریزی فلمیں بھی تیار کیں، جاپان میں بننے والے فلموں کی کئی اقسام پر بات کی گئی ہے۔

جاپان میں خود کشی عام ہے، روز گار چھوٹ جانے کا خوف ،طلاق کا خوف ، بچوں کی تعلیم ،علاج معالجے اور دیکھ بھال کا خوف اور طرح طرح کے اعصابی دباؤ ان کے اندر ہیجان بپا کر دیتے ہیں اور ستم یہ کہ وہ بولتے بھی نہیں ،ہر نوع کی آزاد ی سے نجات پالینے کا آسان نتیجہ خود کشی ہے۔ جاپانی عزت نفس کے بارے میں بھی بے حد احساس ہیں اور وہ خود کوکشی کر لیتے ہیں۔ مر د عموماً 5 بجے کے بعد خود کوکشی کرتے ہیں اور عورتیں دن کے وقت خودکشی کرتی ہیں۔ جاپان میں مہنگائی کا یہ عالم ہے ،میکسیکو کا آم نسبتاً بہتر خیال کیا جاتا ہے۔ جس کی قیمت تقریباً چارسو ین فی آم ہے۔''ین'' جاپانی سکہ ہے جس کی قیمت 1 پاکستانی روپے کے برابر ہے ۔خرم سہیل سرخ پھولوں کی سبز خوشبو میں لکھتے ہیں :

''کریلاسوین ،چھ سات بھنڈیا ں کا ایک پیکٹ 390 روپے کا ایک موتی
80 روپے ایک گاجر 58، ایک لیمو128۔ایک چھوٹا سا تالا جو ہمارے
ہاں 30، 40 روپے کا ہو گا 950 کا خریدا۔''(15)

وسعت اللہ خاں اپنی تحریر بی بی سی اردو میں بتاتے ہیں، جاپان پر تیسرا ایٹم بم گرا ہے ،یہ وہ قوم ہے جو خود کو سورج دیوتا کی اولاد مانتے تھے یہ وہی ملک ہے ،جس نے اپنے ہمسائے ملک کوریا کو ایک قبر خانے میں تبدیل کر دیا تھا ،یہ وہی ملک ہے جوجنگ کے خاتمے تک خود کو راکھ کا ڈھیر بن گیا ،ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ قوم پوری طرح برباد ہونے کے بعد انتقام کی آگ میں جلتی رہتی، ان تمام ممالک سے چن چن کر بدلہ لیتا ،جنہوں نے اسے شکست اور ذلت کے غار میں دھکیلا ،لیکن اس قوم نے بڑے عجیب طریقے سے انتقام لیا ،اپنی فوج کوتوڑ ڈالا ہتھیارپگھلا دیے سائنس اور ٹیکنالوجی کو مذ ہب کر لیا ۔ پورا معاشرے پچیس برس میں دوبارہ کھڑا ہو گیا ۔

خرم سہیل کا ایک اور تحقیقی و مدون کام "خاموشی کا شور " کے نام سے 2016ء میں کتابی صورت میں شائع ہوا۔ ان کے اس مجموعہ میں حیرت انگیز تنوع ملتا ہے کیونکہ خرم سہیل نے اس کتاب میں فاطمہ ثریا بجیا کے جاپانی لوک ادب سے ماخوذ ،شاندار ڈرامائی کہانیوں کو ایک خوبصورت انداز میں قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ معروف ڈرامانگاراوردانشور،انور مقصود اس کتاب کے حوالے سے کہتے ہیں:

'' کسی دوسری زبان کے ادب کا ترجمہ کرنا مشکل ترین کام ہے،
مگربہت محنت سے اور خوبصورت انداز میں ان جاپانی ڈراموں کا
ترجمہ کیا ہے۔ میں سوچتا ہوں کاش یہ ڈرامے ہماری زبان کے ہوتے

اور جاپانی ادیب ان کا ترجمہ کرتے۔ خرم سہیل کی محنت اور بجیاسے
محبت ،دونوں احساسات نے ان ڈراموں کو کتابی شکل دے دی۔''(16)

خرم سہیل نے بجیا کی اجازت اور انور مقصود کی نگرانی میں ڈراموں کی تدوین کا کام کیا ہے۔ خرم سہیل نے ان ڈراموں کو اتنے شاندار انداز میں پیش کیا ہے کہ قاری کی آنکھوں کے سامنے وہ سارا منظر گھومنے لگ جاتا ہے ۔ جیسے وہ وہاں موجودہو ۔ خامو شی کا شور فاطمہ ثریا بجیا کے لکھے ہوئے جاپانی ڈرامے ہیں جس میں جاپان کے تھپڑ کا تعارف اور ان ڈراموں میں تدوین کا کام خرم سہیل نے کیا ہے۔فاطمہ ثریا بجیا اردو ادب کا ایک بڑا نام ہے بجیا صاحبہ پاکستان جاپان کلچرل ایسوسی ایشن کی ثقافتی انجمن کی صدرتھیں۔

خاموشی کا شور میں انور مقصود کا ایک مضمون ،جس میں انہوں نے خرم سہیل کی اس کاوش کو سہرا یا خرم سہیل نے خاموشی کا شور میں جاپانی تھپڑ کا ایک مختصر تعارف لکھا ،جس میں بتایا گیا جاپانی تھپڑ کی 5 اقسام ہیں ،جن میں سے 4 کا تعلق روایتی تھیٹر سے ہے،پانچویں قسم کو جاپا ن کا جدید تھیٹر کہا جاتا ہے ۔

''کیوجین ، نوہ کی نسبتاً زیادہ مقبول ہے جس میں تماشائیوں کیلئے ہنسانے اور ہنسانے کا پہلو نمایا ں ہو تا ہے پاکستان کے اسٹیج ڈراموں میں جس طرح کی جگت بازی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، اسے کیوجین سے تشبیہ دی جاسکتی ہے ۔ '' بنرا کو '' پتلی تھیٹر کو کہا جاتا ہے۔ بڑے سائز کی کٹ پتلیوں کی حرکا ت وسکنات کے ذریعے کہانی کو بیان کیا جاتا تھا ۔ ایک طرح ''سے'' نوہ'' کے کھیلوں کو پیش کرتے ہوئے درمیان میں وقفے کو طور پر ان کٹ پتلیوں کا تماشا پیش کیا جاتا تھا۔ کابوکی کو جاپان کے روایتی تھیٹر کی کلید حثیت حاصل ہے، اس میں ادا کاری کے علاوہ موسیقی اور رقص بھی شامل ہوتا ہے جاپان کے روایتی تھیٹر میں اس کا کنیوس بہت بڑا ہے ۔

پہلا ڈراما ہنس رانی کاسوز محبت جا پانی ،جونجی کینوشیتا نے لکھا ۔جونجی کینو شیتا کا شمار جاپانی تھیٹر کے جدید ڈراما نگاروں میں ہوتا ہے ۔ ڈراما نگاروں کے ناقد اور مترجم بھی رہے دوسری جنگ عظیم کے تنا ظر میں لکھا ہوا ڈراما A Japanese called otto بھی تھا، جیسے ناظرین نے بے حد پسند کیا انہیں کئی اعزا زات سے نوازا گیا ۔

یہ کہانی معصومیت ، محبت تکبر ، رحم دلی، بدلہ اور لالچ کے کردار وں کی صورت میں انسانی جذبات کی عکاسی کرتی ہے صرف یہی نہیں بلکہ انسان کو کیا خصوصیات انسان بناتی ہیں اور کون سی خرابیاں جن کی بدولت انسانیت کی معراج سے پھسل کر بے حسی کی پستی میں جا گرتا ہے ۔

اس ڈرامے کے مکالمے کو اس طرح سے ادا کیا گیا :

''یوہیو:انسان خود غرض بھی ہے لالچی ظالم اور میں خود کو کبھی
معاف نہیں کرسکوں گا۔ وہ ہنس رانی تھی ،جن تھی یا پری" میرا سب
کچھ تھی--- کچھ بھی تونہیں رہا ،ہیو کے پاس جونجی ساں ، کچھ نہیں
رہا میری کہانی میں ، میرا سب کچھ لوٹ کر لے گئے سوڈو ، سب کچھ
۔''(17)

دوسرا ڈراما یا کو موکو ئنز ومی نے برفاب نگر کی شہزادی کے نام سے لکھا "یاکو موکو ئیز ومی کا پیدائشی نام پٹیرک لیفٹید وہرن تھا۔ ادب میں دلچسپی کی بنا پر اپنا نام "یاکو موکوئنز ومی رکھا ۔ ان کو لکھنے کا شوق تھا اور اس صلاحیت کو ابھارنے کے لیے ایک اخبار میں ملازمت شروع کی ’’یا کوموکوئینز ومی ‘‘ نے دواخبارات میں ملازمت کی اور اپنی تحریر وں سے قارئیں کو اپنی طرف متوجہ کیا ،کئی رسائل وجرائد بھی باقاعد گی سے شائع ہو تے رہے 1894ء سے 1905ء تک ان کی تقریباً 15 کتابیں اشاعت پذیر ہوئیں، جن کا تعلق ڈراما نگاری سے ہے ۔ان کی کتابوں کے 4 تراجم بھی ہوئے ۔

تیسرا ڈراما "اداس جنگل کی صندل زادی " یاکوموکوئنز ومی جاپان میں لکھا اس ڈراما کی کہانی تو مو تائیر انواب نوٹو کا سمورائی جاگیر دار تھا اور خود جاپان کے ایک علاقے ایچی جین کا رہنے والا تھا ۔بچپن سے ہی اسے نواب نوٹو کی سر پرستی حاصل تھی نواب نوٹو اور توموتائیرا ہم عمر تھے دوست بھی اور صاحب علم بھی تھے ۔یہی وجہ تھی آقا اور ملازم کا رشتہ دوستی میں بدل گیا تھا ۔

چوتھا ڈراما خوموشی کا شور میر یلن فرنج نے لکھا تھا جو امریکا میں پیدا ہوئیں 1972ء میں ہارور یونیورسٹی سے ڈاکٹر یٹ کی سند حاصل کی۔1977میں ان کا پہلا ناول The women Room لکھا اس ناول کا دنیا کی 20 زبانوں میں ترجمہ بھی ہوا، ان کا سب سے نمایاں کام 3 جلد وں پر مشتمل : A history of women in three voildmes From Eve to Dawn۔

اس تمام ڈرامے میں عورت کے دکھ کو بیان کیا ہے ،جس کے بچے کھو جانے پر اس کی گود خالی ہو جائے، اس پر وہ کچھ یوں کہتی ہے:

> ’’ میں بھی تو اپنے بچوں کے مزار کی مانند قبرستان ہوں۔ قبر گاہ ہوں
> کوئی ہے جو مجھ پر پھول چڑھائے میری سلامی لےمیری خالی گود
> بھر دے میرے تو آنسو بھی جامدہیں۔‘‘(18)

پانچواں ڈرامہ یوکیو میشیما نے سمندر کنارے رکھے ہوئے خواب کے نام سے لکھا۔ " یو کیو میشیما 1925ء" میں جاپان میں پیدا ہوئے ان کا قلمی نام ’’کیمی تاکے ہیراؤ‘‘ تھا۔ یہ جاپان کے مشہور مصنف ، شاعر ،ڈراما نگار،اداکار اور فلمی ہدایت کار تھے۔ ان کو تین مرتبہ نوبیل اوبی اعزاز کے لئے بھی نامزد کیا گیا۔

فاطمہ ثریا کے لکھے ہوئے یہ ڈرامے بہت بڑی کاوش ہیں اردو ادب کی تاریخ میں ان کو سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے ۔خرم سہیل نے ان ڈراموں کی تدوین،نئے عنوانات کی تخلیق، جاپانی ادیبوں کا تعارف، اور زبان وبیان کی باریکیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جاپانی ڈراموں کا شاندار مجموعہ مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کے آخر میں خرم سہیل اور بجیا کی جاپانی ادب پر مکالمہ کرتے ہوئے چند

تصاویر دی گئیں ہیں اور مختلف موقع پر یہ ڈرامے اسٹیج پر پیش ہوئے ہیں ان فنکاروں کی بھی چند تصاویر درج ہیں۔

ناول کا نیا جنم

خرم سہیل کی ایک اور تحقیق کتاب باعنوان "ناول کا نیا جنم " 2017ء میں منتظر عام پر آئی، اس کتاب میں عمومی طورپرناول کے کردار ،پلاٹ ، پیشین گوئی اوردیگر تفصیلات کے تذکرے کے ساتھ ساتھ،دنیا کے اہم ترین مگرروایتی ناول نگاروں کی اہم تخلیقات کا جائزہ لیاگیا ہے،جن کا تعلق پاکستان اور دیگر دنیا کے ممالک سے ہے ۔ ان تبصروں کوپڑھ کرمغرب میں ناول کی تحقیق کا رجحان نظر آتا ہے۔ انہوں نے ان تصانیف کا بڑی باریک بینی سے مطالعہ کیا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ناول کے فکروفن کےسمیت کئی گوشوں کو بے نقاب کیا ہے اور گہرائی سے مشاہدہ کیا ہے ۔

خرم سہیل کا قلم صحیح سمت کی اور جا رہا ہے، وہ پوری توجہ اور احتیاط کے ساتھ اپنی بات کہتے ہیں۔ خرم سہیل تحقیق نے اب تک کے تحقیقی کام میں نہایت احتیاط سے کام لیا ہے۔ اپنے معاصرین پر قلم اٹھاتے ہوئے ایک ناقد کیلئے جو غیر جاندارانہ رویے کا جرات مندی اور تاثیر پذیری ناگریز ہوتی ہے،انہوں نے اس کا حق ادا کیا ہے۔ان کا طرز تحریر بھی دلکش ہے ،وہ سادہ اور صاف زبان استعمال کرتے ہیں۔ بعض نقادوں کی طرح بات چھپا کر نہیں کرتے اور نہ ہی لفاظی کرتے ہیں بلکہ ظاہری طور پرتفصیلات بیان کرکے قارئین کو متاثر کرتے ہیں،ان کی تحریروں میں تہ داری کاعمل بھی وقوع پذیر ہوتاہے،اسی لیے ان کی تحقیقی تحریریں بھی ایک علمی لذت سے لبریز ہوتی ہیں۔

ڈپٹی نذیر احمد کے اخلاقی اور مذہبی ناول کی تخلیق سے لے کر آج تک ناول نے فنی ، ہیتی، اسلوبیاتی، موضوعاتی اور تکنیکی لحاظ سے کئی موڑ کاٹے ہیں ۔ خرم سہیل نے اب ناول کا نیا جنم کے عنوان سے ایک کتاب کی تدوین کی ہے اور اس کے لئے تخلیقی کا جو کھم اٹھایا ہے اس کے پیچھے اس کا خاصا ، اہم نقادوں کی کتابوں اور مقالات کا مطالعہ کیا ہے،جن میں ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی ، ڈاکٹر محمد یاسین، ڈاکٹر علی عباس،ڈکٹر قمر رئیس، ڈاکٹر خالد اشرف، ڈاکٹر رضا احمد، عارف وقار، عاصم بٹ، اقبال خورشید،ڈاکٹر عبداسلام دیگر کئی مما لک ملکی نقاد اور صحافی شامل ہیں۔

ناول کا نیا جنم کے پہلے باب میں مختلف ناقدین کی ناول کی تعریف کے بارے میں جو رائے ہیں فیلڈنگ جو انگریزی ناول کے عناصر رابعہ سے ہے ۔اس فن کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہے :

’’ناول نثر میں ایک طربیہ کی کہانی ہے۔‘‘(19)

ایک ناول اس کے سوا کیا ہے کہ ہمیں اس کے ذریعے دوسرے انسانوں کے وجود کا یقین آجاتا ہے اور اس یقین میں اتنی شدت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم اسے تخیلی جا مہ پہنا کر حقیقت سے بھی زیادہ واضح بنا دیتے ہیں۔

سر وانیس، سوئفٹ،رچرڈ سن اور فیلڈنگ نے نئی اصناف ادب ناول کی روایت کو جنم دیا ۔سر وا نتیس نے ڈان کہوٹے میں سیالوں کو حقیقت اور حقیقت کو سایہ سمجھنے والے قدامت پسند خبطی ہیرو کا تمسخر اڑایا ،انہوں نے اپنے ہیرو کے ماضی سے جنونی وابستگی اجاگر کرنے کی غرض سے پیرو ڈی کا حربہ اپنایاہے۔ سر واانتیس انتہائی چابکدستی سے روایتی ما بعدالطبعیاتی سوچ کی نفی کرتے ہوئے حقیقت پسندی کی راہیں کھولتا ہے ۔ یہ راہیں کھلیں تو ناول کا فروغ با حسن و خوبی ہونے لگا۔تقلید کی بجائے تخلیق اور ماضی کے بجائے مستقبل معتبر ہونے لگے تھے ،جدت نے روایت پر برتری حاصل کرلی تھی۔ سروانتیس نے فن کو ایک صدی بعد جو نیتھن سوئفٹ نے 1704 ء میں A

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

Tale of a Tub لکھ کر درجہ کمال تک پہنچایا۔سنہری فیلڈنگ نے سروانتیس اور سوئفٹ دونو ں سے استفادہ کیا ۔

آزادہ روی، عقل استقلال----- فیلڈنگ

درباری یا شاہی ہیرو کی پیروڈی---- سرواانتیس

رومانیت--- میڈم اسٹیل، بالزاک،وکٹر ہیوگو

مغربی ناول نگاروں کی اہم تخلیقات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے بالزاک : ایک عظیم ناول نگار رہے۔بالزاک نے اپنے مختلف ناولوں کو دانتے کے طربیہ خداوندی کے جواب میں انسانی طربیہ کا عنوان دیا اس کے بعد اس نے جتنے ناول لکھے وہ سب ایک ہی سلسلے کی کڑی ہیں بالزاک نے اپنے ناولوں کے دو خاص حصے کیے ہیں:

۱۔ معاشرتی مطالعہ
۲۔ فلسفیانہ مطالعے

بالزاک کی رومانیت اس کی واقعیت نگاری کے باوجود ہر جگہ جھلکی ہے ناول ''بوڑھا گوریو'' بالزاک کا شاہکار ناول ہے۔ ''طربیہ انسانی '' کے تمام ناولوں میں اس سے زیادہ ادبی دستاویز شاید ہی کہیں مل سکے بانراک کو ناول نویس کی حثیت سے بہت بلند مقام حاصل ہے۔ اس نے جذبے کو حقیقت کے ساتھ سمو کر ناول کو براہ راست زندگی کا ترجمان بنا دیا ۔ دوسرے ناول گھوم پھر کر عشق و محبت کے پہلو پیش کرتے ہیں، اس کے برعکس بالزک کے ناول، معاشرتی حقیقت کا بڑا کارنامہ اس کو اپنے ناولوں کا موضوع اقرار دیا۔ خرم سہیل ناول کا نیا جنم میں لکھتے ہیں:

> ''ناول کے ابتدائی زمانے سے لے کر موجودہ دور تک ناول کی صنف نے اپنی کشش نہیں کھوئی ۔ تمام تر تجربات کے باوجود قاری کے لیے آج بھی فکشن میں سب سے اہم صنف ناول ہی ہے جس میں وہ پناہ لیتا ہے۔ناول کی صنف قاری کی تخلیق تسکین کاباعث بنتی ہے ،مگر افکار اور مسائل کو بیان کرنے کا اسلوب بھی ناول میں سمٹ آیا ہے جس کی وجہ سے یہ صنف جدید ادب میں کلیدی اہمیت اختیار کرگئی ہے اس کا اندازہ ہم 2000 سے لے کر رواں برس 2016 ءتک کے مختلف ممالک میں ناول نگاروں کی تخلیقات سے لگا سکتے ہیں۔''(20)

اس کتاب میں تقسیم ہند کے وقت ادیبوں نے کیا اہم کردار نبھائے ۔ اس تقسیم نے اپنوں کو بیگانہ کردیا ، بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا ، آدمی سے اس کی انسانیت چھین لی ، قتل وخون کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہو تھا ۔اردو ادیبوں و شاعروں نے اس سخت دور میں اپنا ذہنی توازن برقرار رکھنے اور اس کے انسانی پہلووں پر غور کرنے کی اپیل کرتے ہوئے کہا تھا:

> '' تاریخ کی اس کٹھن منزل میں ہمیں اپنا توازن برقرار رکھناہے ۔ ہمیں ادب اور انسانیت دونوں سے انصاف برتنا ہے فسادات ہوتے ہیں ۔اور ان

کے ذمہ دار انسان ہیں جو سکھ ، ہندویا مسلمان کے بھروپ میں نظر
آتے ہیں یہ اپنے مذہب یا انسانیت کے باعث تنگ ہیں۔''(21)

الزا پتھ کا اولین ناول Almayers folly نے ہی لوگ کو چونکا دیا تھایہ 1895 میں شائع ہوا ۔ بعض لوگ جدیدیت سے پیش کش کا وہ اندازا مراد لیتے ہیں، جو انگریزی ادب میں سب سے پہلے ڈرو رتھی رچیرڈسن کی pointed Roots کی پہلی جلد کی اس کے تقریباً سال بعد جیمس کا نام as a " A portrat of the Artist young Man" شائع ہوا۔

ناول پر اس قدر باریکی اورگہرائی سے پاکستان میں شاید ہی کسی نے کام کیا ہو جس قدر محنت ولگن سے ڈاکٹر صاحب نے کیا ہے اس مکالمہ میں خرم سہیل نے ان سے ناول کے تناسب کے لحاظ سے چند سوالات بھی کئے ،جن کےجواب میں انہوں نے 1980 کے بعد عرصے کو ناول کےلیے موسم بہار کہا اور بتایا کہ اس عرصے میں بہت سےاچھےناول لکھے گئے ہیں۔اس کتاب میں ناول کی تعریف سے لے کر جدیدیت تک تمام تحریر یں درج ہیں بطور محقق ومدون خرم سہیل کی یہ کاوشش طلبہ کیلئے ناول کی صنف کو سمجھنے میں آسانی پیدا کرتی ہیں۔ ناول کا نیا جنم ان کے وسیع مطالعہ اور فکشن میں ناول کی صنف سے خصوصی دلچسپی کو ظاہر کرتی ہے۔ خرم سہیل نے اس کتاب کو تحقیق اندا ز سے مدون کر کے قارئین کے لیے توشہ خاص بنا دیا ہے، اس میں ناول کو وسیع کینوس کو مشرق سے مغرب تک تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

<u>گینجی کی کہانی:</u>

خرم سہیل کی تدوین کے حوالے سے ایک اور کتاب " گینجی کی کہانی " 2021ء میں شائع ہوئی ۔ یہ دنیا کا پہلا ناول بھی ہے، جس کا نام جاپانی زبان میں " گینجی مونو گتا ری "یعنی گینجی کی کہانی" ہے۔گینجی ایک جاپان کے شہزادے کانام ہے،جوخیالی کردار تھا،اس کی تمثیلی داستان میں ،قدیم جاپان کی تاریخ،طرززندگی اوررہن سہن کو بیان کیاگیاہے۔

خرم سہیل نے باقر نقوی صاحب جو اس ناول کا جاپان سے اردو میں ترجمہ کر رہے تھے، ان کی اچانک وفات کے بعد اس ناول کے کئی خاکے بنائے اور اس کے حواشی لکھیے ۔خرم سہیل صاحب نے بطور مدیرو محقق اس ناول کا کام مکمل کیا، مختلف پہلوؤں سے اردو زبان میں پہلی بار ترجمے کے ذریعے منتقل ہونے والے عالمی شہرت یافتہ ناول کو درست کیا اور اس کیلئے ساڑھے آٹھ سو حواشی بھی عرف ریزی کر کے لکھیے۔ دنیا کا پہلا ناول ،جس کا نام "گینجی مونو گتاری"یعنی گینجی کی کہانی '' ہے۔یہ عظیم جاپانی زبان مین ایک خاتون ناول نگار نے لکھا ۔

اس عظیم ناول کی مصنفہ "مورا ساکی شیکیو کا تعلق اس وقت کے طبقہ اشرافیہ سے ہے ۔مصنفہ کا خاندان "فوجیدارا "کہلاتا ہے،جو جاپان کا ایک معروف قبیلہ ہےیو ں خاندانی وراثت کے مطابق ،مصنفہ بھی جاپانی دربار سے وابستہ ہوئیں ،ملکہ کی نائب کے طور پر تقرریر ہوا ۔ان کے اس عہدے کو انگریزی زبا ن میں کیڈی ان ویٹنگ ،، یعنی منتظر خاتون ،، کہا جاتا ہے" موراساکی

شیکیبو،، کے حالات زندگی بہت زیادہ دستیاب نہیں ہیں،البتہ ان کی تین کتابیں موجود ہیں ،جن مین ایک تو یہ ناول ،ایک شعری مجموعہ اور ایک عدد ڈائری ہے۔

اردو میں اس کا ترجمہ باقر نقوی صاحب نے کیا لیکن ابھی یہ کام مکمل نہیں ہوا تھا کہ باقر نقوی صاحب کا انتقال ہو گیا پھر اس کام کو خرم سہیل نے مکمل کیا۔بطور مدیر و محقق خرم سہیل نےناول کی زبان وبیان،ساخت، بیانیہ،رموزاوقاف سمیت دیگر پہلوؤں سے درست کیا اور اس کے لیے ساڑھے آٹھ سو حواشی بھی عرق ریزی کرکے لکھے۔قاری کی سہولیت کے لیے جیسا کہ ناول میں"کوہ اوتا،، لفظ لکھا گیا ہیں تو خرم سہیل نے قاری کی سہولیات کیلئےحواشی میں بتایا ۔خرم سہیل گینجی کی کہانی میں لکھتے ہیں:

’’کوہ اوتا،شہرکے مشرق میں واقع ہے۔‘‘(22)

یہ ناول دو لاکھ سے زائد جملوں پر مبنی ہے ۔ایک ادبی روایت کے مطابق ،اس کہانی کے آٹھ سے زیادہ جاپانی شاعری کی صنف سخن ’’واکا‘‘ کے اشعار کہانی میں موجود ہیں اس ناول میں جاپانی شاہیشاہ ، اس کا شہزادہ گینجی اور اس کے پوتے کا ورو ،، کی زندگی کا نقشہ بہت مفصل طور سے پیش کیا گیا ہے۔اس ناول کی کہانی میں پیار ،شادی ،ممتا، نوکری کی کامیابی اور زوال جیسے موضوعات پر قلم لگایاگیا ہے۔خرم سہیل گینجی کہانی میں لکھتے ہیں:

’’ناول کے متن ہیں اردو ترجمہ کرتے ہوئے مترجم نے کئی الفاظ کو لکھتے ہوئے، پرانی طرز پر لکھی گئی اردوسے استفاد کیا ۔ یہاں ان الفاظ کو یوں رہنے دیا گیا ، کیو نکہ چاہیے ان الفاظ کا طریقہ پرانا ہویا نیا ،مصنویت میں کوئی فرق نہیں ہے ، مثال کے طور پر یہاں لفظ ’’شاہنشاہ‘‘اور’’ شہنشاہ‘‘ہے یہ دونوں طرح سے درست ہے اسی شاہزادی اور "شہزادی" ہےیہ لفظ بھی دونوں طرح کے دوست ہے، اسی لیے ایسے دیگر الفاظ کو بھی جوں کا توں رکھا گیا ہے۔‘‘(23)

یہ ناول جاپان کے تعلیمی نصاب میں بھی شامل ہے۔شاید ہی کوئی جاپانی ہو جو اس ناول کو نہ جانتا ہو دو ہزار کے کرنسی نوٹ پر بھی اس ناول کی مصنفہ اور مرکزی کرداروں کا چھاپاگیاہے۔اردوزبان میں اس ناول کے 54 ابواب پر مشتمل ترجمہ بمعہ حواشی قارئین کیلئے،کہ وہ اس جاپانی ناول کے ذریعے کلاسیکی جاپان سے روشناس ہوں اور ایک ہزار سال پہلے کی جاپانی معاشرت سے واقف ہو سکیں۔

حوالہ جات

۱۔ قاضی عبدالودود، اصولِ تحقیق، مشمولہ: اردو میں اصولِ تحقیق، مرتبہ: ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، لاہور: طبع دوم، 2012ء،ص 205

۲۔ محمد عبداللہ خان خورشیگی (مؤلف)، فرہنگ عامرہ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان 1989ء،ص145

۳. ڈاکٹر محمد خان اشرف، اصطلاحات تدوین متن ، مشمولہ تحقیق نامہ،لاہور: مجلہ شعبہ اُردو جی سی یونیورسٹی ، 2004ء،ص 109
4- خرم سہیل، سرمایا، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، 2011ء،ص 1
5- خرم سہیل، سرخ پھولوں کی سبز خوشبو، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2012ء،ص 1
6- خرم سہیل، سرخ پھولوں کی سبز خوشبو، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2012ء،ص 290
7- ایضاً،ص 23
8- ایضاً،ص 398
9- ایضاً،ص 84
10- ایضاً،ص 92
11- ایضاً،ص 113
12- ایضاً،ص 126
13- ایضاً،ص 140
14- ایضاً،ص 289
15- ایضاً،ص 338
16- خرم سہیل، خاموشی کا شور، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2016ء،ص 2
17- ایضاً،ص 70
18- ایضاً،ص 158
19- خرم سہیل، ناول کا نیا جنم، کراچی: رنگ ادب پبلی کیشنز، 2017ء،ص 19
20- خرم سہیل، ناول کا نیا جنم، کراچی: رنگ ادب پبلی کیشنز، 2017ء ایضاً،ص 253
21- ایضاً،ص 298
22- خرم سہیل، گینجی کی کہانی، کراچی: راحیل پبلشرز، 2021ء،ص 38
23- ایضاً،ص 37